کریم بخش خالد

ادبی اکابرین ــ سندھی ادب

شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ

ادبی اکابرین کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں ان کے فضل و دانش کا تجزیہ کرنا ہوگا کیونکہ اکابر کے لغوی معنی میں نہیں بلکہ اصطلاحی معنوں میں ہی ان کی حیات و آثار کا مطالعہ مقصود ہے۔ چنانچہ میں نے شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ، علامہ آئی آئی قاضی، حکیم مولوی فتح محمد سیوہانی، ڈاکٹر ہوت چند مولچند گربخشانی، مولوی دین محمد وفائی، پیر حسام الدین راشدی اور شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ جو سندھی ادب کے سبع سیارہ تھے ان کو ذہن میں رکھا۔ ان حضرات کا ادبی اکابرین میں شمار ہوتا ہے یہ سندھی ادب کے محسن تھے اور اس کے فروغ اور نفوذ میں ان کا مثبت اور موثر کردار رہا ہے لیکن علم و دانش کے اعتبار سے ڈاکٹر داؤد پوتہ کا تذکرہ ہی میرے موضوع کا عنوان بن سکتا تھا۔ کیونکہ یہ ہی بزرگ گفتار و کردار، عقل و دانائی، قدیم و جدید علوم سے شناسائی کی وجہ سے قدآور شخصیت معلوم ہوتے ہیں۔ آپ فلسفہ، تاریخ، ادب، دینیات، منطق وغیرہ سے کماحقہٗ آشنا تھے اس کے علاوہ انہوں نے اپنی علمی، عقلی، فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کے بل پر ان علوم کی سرحدوں کو آگے بڑھانے میں اپنا انفرادی کردار ادا کیا، فکری بلندی اور گہرائی نظر کی وسعت اور دقیق نکتہ رسی، ان کی علمی اور عملی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا، کسی علم سے حقیقی

دانشگی کا ثبوت اسی شخص کے علمی کارناموں میں مل سکتا ہے جس کا اس علم کی ترقی اور فروغ میں داخل ہو، اس لئے فکری اور استدلالی صلاحیتوں کی بلوغت اور بلاغت نہایت ضروری ہے اور یہی اس شخص کی دانشوری کی صحیح علامت بھی ہوگی ۔

سندھی زبان کی قدامت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ موہن جو دڑو سے دریافت شدہ مہریں (Tablets) جن پر مختلف اشکال کندہ ہیں ابھی تک (Decipher) نہیں پڑھی جا سکیں ہیں، البتہ تہذیبی اور ثقافتی آثار و روایات کی بنا پر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ سندھی زبان اس خطہ کی اپنی زبان ہے اور علم اللسان کے اصولوں کے مطابق اب تک بہت سے بیرونی اثرات مثلاً آریائی، منگولی، یونانی، ایرانی، عربی، انگریزی کی وجہ سے اس کی ہیئت اور ذخیرۂ الفاظ میں تبدیلیاں اور اضافے ہوتے رہے ہیں لیکن اس کا ثقافتی مزاج وہی رہا ہے جو آج سے ہزاروں برس پہلے تھا ۔

ہر قوم کا تشخص لوگوں کی تہذیبی روایات اور ثقافتی مواد سے پرکھا جاتا ہے جو ادب کی مختلف اصناف سے ظاہر ہوتا ہے نثر و نظم دونوں شعبوں میں سندھی زبان کے شاہکار ملتے ہیں جن کی تحریری تاریخ چھ سو برس قدیم ہے اور یہ ثقافتی ورثہ لوگوں کی فکری وحدت اور اجتماعی سماجی روایات کی غمازی کرتا ہے ۔ قاضی قاضن کے کلام اور ساہن پال (گجرات) کے حاجی نوشہ کے "گنج" میں اشتراک فکر کے بہت سے مقامات نظر آتے ہیں اور یہ روایات سچل سرمست تک مسلسل چلی آرہی ہیں ۔

اسلام کی آمد کے بعد سندھ کے عوام نے صدق دلی کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو اپنے روزمرہ کے لئے رہنما بنایا سورج، چاند، ستارے، آگ، پانی، جانوروں اور مورتیوں کی پوجا ترک کر کے ایک اکیلے اللہ کی عبادت کو اپنا شعار بنایا سندھی زبان پر عربی زبان کا اثر ہوا، جس نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ۔ اس کے بعد سومرہ اور سمہ دور میں مذہب کا پرچار ادب کے ذریعے بھی ہوا ۔ دسویں صدی ہجری میں مدرسوں کے لئے علیحدہ عمارتیں تعمیر ہوئیں اور یوں اسلامی دنیا کے علماء اور فضلاء، ادباء اور شعراء کی سندھ میں آمد شروع ہوئی جو سندھ کے لئے نیک شگون ثابت ہوئی ٹھٹھہ نے علمی مرکز کی حیثیت اختیار کی اور سندھی علماء کی عالمانہ شہرت کو عرب و عجم میں فروغ حاصل ہوا ۔

سندھ میں فارسی زبان سمہ دور حکومت ہی میں رائج ہو چکی تھی لیکن سولہویں صدی عیسوی میں ارغون اور ترخان خاندانوں کے دور اقتدار میں فارسی کو بہت زور حاصل ہوا۔ فارسی نے درباری حیثیت اختیار کی تھی۔ اس کے بعد مغلیہ دور کے نوابوں کی عملداری میں فارسی علم و ادب کا ہر جگہ چرچا ہونے لگا۔ اس دور کے دبستانوں اور دانشوروں کا احوال تذکرہ مقالات الشعراء اور تکملہ مقالات الشعراء سے لگایا جاسکتا ہے جو علی الترتیب میر علی شیر قانع (متوفی ۱۲۰۳ھ) اور مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹوی (متوفی ۱۲۱۷ھ) کی تالیف ہیں ا رسید حسام الدین راشدی کی محققانہ تدوین کے بعد سندھی ادبی بورڈ نے ۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۸ء میں شائع کیا لیکن اس دور میں عوام کی زبان سندھی تھی اور صوفی شعراء کے کلام کو فارسی رسم الخطیں لکھا جاتا تھا۔ جیسا کہ شاہ کریم کا کلام ان کے ملفوظات "بیان العارفین" میں دیا گیا ہے۔

مغلیہ دور کے آخری نصف صدی میں شاہ عبداللطیف نے سندھی زبان و ادب کو نیا موڑ عطا کیا انہوں نے فطرت کا مطالعہ اور ماحول اور مناظر کی عکاسی کی نئے موضوعات اور لوگ داستانوں کے کرداروں کو علامتوں کے روپ میں بیان کیا۔ انہوں نے جن روایات کی بنیاد ڈالی وہ متاخر شاعروں اور ادیبوں کے لئے رہنمائی کا موجب بنیں ۔ تالپوروں کے دور میں ان ہی روایات کو آگے بڑھایا گیا۔ البتہ فارسی عروض کے تتبع میں بھی شاعری ہونے لگی۔ مرثیہ کی صنف کو فروغ حاصل ہوا، اور دہلی، لکھنو اور جنوبی ہندوستان کے علمی اور مذہبی رجحانات اثر انداز ہونے لگے۔

انیسویں صدی عیسوی کے پانچویں عشرے میں انگریزوں نے اقتدار سنبھالا اور چھٹے عشرے میں سندھی زبان کا موجودہ عربی رسم الخط پایا۔ انگریزی دور حکومت میں سندھ کے عوام کا جدید علوم سے واسطہ پڑا، لوگوں میں نئی امنگیں اجاگر ہوئیں۔ دنیا کے سیاسی، اقتصادی، معاشرتی حالات کی تبدیلیوں کا برصغیر کے دوسرے علاقوں کی طرح سندھ پر بھی اثر ہوا۔ انگریزی اور دوسری زبانوں کے نصابی اور تفریحی شاہکاروں کے تراجم ہوئے۔ صوفی شعراء کا کلام اور مذہبی کتابیں مشینوں پر طبع ہوکر شائع ہونی شروع ہوئیں۔

میں معذرت خواہ ہوں کہ صدیوں کی ادبی روایات کو چند لمحوں میں بیان کرنے پر مجبور رہوں۔ اس ادبی اور ثقافتی ماحول میں عمر بن محمد داؤد پوتہ نے ۲۵ مارچ ۱۸۹۶ء کو دادو ضلع کے ایک

قصبہ ٹلٹی میں آنکھ کھولی۔ آپ کا تعلق سابق ریاست بھاولپور کے حکمراں داؤد پوتہ خاندان سے تھا آپ کے دادا عبدالمطلب ایک آسودہ حال آبادگار تھے لیکن ان کی وفات کے بعد اس خاندان پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، ان کی زمینیں اور مولیشی ہندو ساہوکار لے گئے جس کی وجہ سے ان کو پہلے کاشتکاری اور بعد میں بڑھئی کے طور پر روزگار حاصل کرنے کی تگ و دو کرنی پڑھی لیکن مبدء فیض نے اس نونہال کی قسمت میں دین و دنیا کی عظمت اور علم کی خدمت کا مذاق ودیعت کیا تھا۔

غربت اور تنگدستی کے اس پُرآشوب دور میں، چھ سال کی عمر میں داؤد پوتہ صاحب نے ایک سندھی اسکول میں تعلیم کا آغاز کیا۔ خدا نے انھیں بیدار ذہن اور موزوں طبع اور پرعزم حوصلہ دیا تھا اس وقت کے محکمۂ تعلیم کے افسران نے اس ہونہار دیہاتی میں غیر معمولی ذہانت اور روشن مستقبل کے آثار دیکھے اور ان کی امداد کی۔ انہوں نے ٹلٹی سے لاڑکانہ مدرسہ اور بعد میں نوشہرو فیروز (ضلع نواب شاہ) کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ۱۹۱۵ء میں داؤد پوتہ صاحب نے سندھ مدرستہ الاسلام کراچی میں داخلہ لیا جہاں سے ۱۹۱۷ء میں میٹرک پاس کیا طالب علمی کے دوران انہوں نے ہمیشہ اول پوزیشن حاصل کی اور میٹرک میں تو صوبہ سندھ بھر میں اول آئے اور "سندھ ایگزی بیشن پرائز" حاصل کیا۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۱۷ء میں انہوں نے ڈی جے سندھ کالج کراچی میں داخلہ لیا، ۱۹۲۱ء میں بی۔ اے (آنرز) اور ۱۹۲۳ء میں ایم۔ اے امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور اول پوزیشن حاصل کرنے کی وجہ سے انہیں "چانسیلو میڈل" ملا۔ سندھ مدرستہ الاسلام کراچی میں قیام کے دوران انھوں نے اپنے آپ کو محنت اور مشقت کا عادی بنالیا۔ وہ جونیئر شاگردوں کو ٹیوشن دینے کے علاوہ ہاسٹل کی چارپائیاں بنتے تھے اور ہر قسم کی محنت کرنے کو ہمیشہ تیار رہتے تاکہ عزتِ نفس برقرار رہے اور کسی کے سامنے دست دراز کرنا نہ پڑے۔

ایم اے کرنے کے بعد کچھ عرصے کے لئے انہیں ڈی، جے سندھ کالج ہی میں عربی اور سندھی کا اسسٹنٹ پروفیسر مقرر کیا گیا اور ۱۹۲۶ء میں آپ کو اسٹیٹ اسکالرشپ دے کر کیمبرج یونیورسٹی لندن میں تحقیقی مطالعے کا کام سپرد کیا گیا۔ اس دوران دنیا کے بڑے بڑے نامور علماء اور محققین

مثلاً پروفیسر اے جی براؤن، پروفیسر ای ای بیون، پروفیسر آر اے نکلسن وغیرہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کا موقع ملا اوران کے افکار اور طریقہ تحقیق سے استفادہ کیا وہیں انہوں نے پروفیسر کوئیلو کوچ سے ارسطو کے گوئی کے قواعد پر، پروفیسر ریڈس ہینوی اور اے۔ ایم فاسٹر کی عالمانہ تقریریں سنیں۔ علاوہ ازیں پروفیسر الیس ڈی مارگولوتھ، پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنالڈ، پروفیسر الیف۔ کرنیکو، پروفیسر ونسنک اور دوسرے مشہور مستشرقین کا قرب حاصل ہوا داؤدپوتہ صاحب کے تحقیقی مقالہ کا عنوان تھا "فارسی شاعری کی ترقی پر عربی شاعری کا اثر" جو ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا اور علوم شرقیہ کے بہت سے ماہرین مثلاً آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ڈیوہرسٹ نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ پروفیسر براؤن نے اپنی کلاسک تصنیف "تاریخ ادبیات ایران" میں جس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ ڈاکٹر داؤدپوتہ نے اس کی تکمیل کرتے ہوئے واضح اور مضبوط دلائل سے ثابت کر دیا کہ فارسی شاعری تخیل اور انداز بیان میں عربی شاعری سے متاثر ہوئی ہے اور فارسی شعراء کے اساتذہ عربی کے وہ شعراء ہیں جن کی انہوں نے تقلید کی ہے اور شاگردی کا اقرار کیا ہے جیسے انوری نے امراء القیس کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اقرار کیا ہے۔

پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے بعد ڈاکٹر داؤدپوتہ ستمبر ۱۹۲۷ء میں کراچی واپس آئے تو انہیں سندھ مدرسۃ الاسلام کا پرنسپل مقرر کیا گیا۔ کسی کو وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ مدرسہ کا ایک ہونہار طالب علم ایک دن اپنی "ام العلوم" کی خدمت پر اس طرح مامور کیا جائے گا۔ ڈاکٹر داؤدپوتہ ۲ سال تک مدرسہ کے پرنسپل رہے اور اس دوران میں تدریسی اور انتظامی ماحول کی اصلاح کی۔ شاگردوں کی دلجوئی کے علاوہ ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ تین برسوں کی پُر مشقت خدمات کے بعد، آپ اندھیری (بمبئی) میں نئے قائم شدہ سر اسماعیل کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے جہاں ۹ برس تک انتہائی جانفشانی اور خلوص سے عربی کے فروغ میں مصروف رہے۔

۱۹۳۹ء میں آپ کو سندھ صوبہ کا ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن (D.P.I) مقرر کیا گیا۔ جہاں سے انہوں نے اکتوبر ۱۹۵۰ء میں ریٹائرمنٹ کیا۔ اس کے بعد انہیں ۵ سال کے لئے سندھ پبلک سروس کمیشن کا رکن مقرر کیا گیا۔ بعد میں اس مدت میں ایک سال کی توسیع کر کے آپ کو مغربی پاکستان پبلک سروس کمیشن کا ممبر بنا دیا گیا۔ ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ڈاکٹر صاحب ملازمت

کو ہمیشہ کے لئے ترک کر کے کراچی میں اپنی ادبی اور تحقیقی سرگرمیوں میں منہمک ہو گئے۔

اعلیٰ تعلیمی اداروں کا قیام

ڈاکٹر داؤد پوتہ نے نہ صرف پرائمری تعلیم کو لازمی قرار دیا بلکہ زمینداروں کے بچوں کو تعلیم سے بہرہ ور کرنے کے لئے ۱۹۴۲ء میں خاص انتظام کیا کیونکہ اس طبقہ میں علم دوستی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ علاوہ ازیں ۱۹۳۹ء میں تعلیم بالغان کا بندوبست کیا، ثانوی تعلیم کے فروغ کے سلسلے میں اقدام کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے سندھ مدرسۃ الاسلام کی حدود میں سندھ مسلم کالج کے قیام کو عملی جامہ پہنانے کی کامیاب کوشش کی۔

بمبئی پریزیڈنسی سے سندھ کا الحاق ٹوٹنے کے بعد بھی سندھ میں علیحدہ یونیورسٹی کے قیام کے بارے میں سوچنا شروع کیا گیا۔ ہندوؤں کی شدید مخالفت کے باوجود ۱۹۴۷ء کو یہ اسکیم منظور کی گئی۔ ڈاکٹر داؤد پوتہ نے اس ضمن میں اہم کردار ادا کیا تھا اور یہی توقع تھی کہ انہیں وائس چانسلر منتخب کیا جائے گا لیکن اس وقت کے وزیر تعلیم سے ناخوشگوار تعلقات کی وجہ سے قرعہ فال پروفیسر اے۔ بی۔ اے حلیم کے نام نکلا جنھیں علی گڑھ سے لا کر سندھ یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کیا گیا لیکن کراچی یونیورسٹی کے قیام کی وجہ سے انہوں نے سندھ یونیورسٹی کے اعلیٰ منصب کو چھوڑ کر کراچی یونیورسٹی کا ڈی سی بننے کو فوقیت دی اور سندھ یونیورسٹی میں علامہ آئی آئی قاضی کا تقرر عمل میں آیا۔

تحقیقی کارنامے

ڈاکٹر داؤد پوتہ صرف علم ہی کے گوہر نہیں تھے۔ وہ قلم کے بھی دھنی تھے۔ سندھی علم و ادب کے حوالے سے وہ ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کی یہ حیثیت صرف ایک جہت پر مشتمل نہیں بلکہ کئی سمتوں پر حاوی ہے، ان کی نظر بہت گہری تھی۔ ان کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے سندھی زبان کی تہذیبی اور ثقافتی تشخص کی حفاظت کے لئے جدوجہد کی، اس کی وسعت میں اضافہ کیا اور صحتمند ادبی روایات کو فروغ دیا۔ ان کا جو کچھ ادبی اثاثہ ہمیں ورثے میں ملا ہے، وہ

ایک گراں بہا سرمایہ ہے اور آنے والے دور میں بھی ان کی اہمیت کم نہ ہوگی۔

آپ کے تحقیقاتی کاموں کی فہرست طویل ہے (ضمیمہ الف) اس لئے بعض ان اہم کارناموں کے اجمالی تذکرہ پر اکتفا کرتا ہوں جن کا تعلق سندھی زبان و ادب کی ترقی سے ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کا مجموعہ کلام "رسالو" سندھی زبان کا کلاسیک ہے۔ اس کے تقریباً ۵۰ نسخے مسودات اور طبع شدہ حالت میں دستیاب ہیں۔ سندھی زبان کے ہر ایک عالم کی یہ کوشش رہی ہے کہ "رسالو" کا صحیح اور مستند اڈیشن مرتب کرے۔ اس ضمن میں پروفیسر ڈاکٹر ہوتچند گربخشانی کا مرتب کردہ "رسالہ" تین جلدوں پر مشتمل ۱۹۲۳-۱۹۳۱ء کے دوران شائع ہوا۔ اس عظیم کارنامہ میں داؤد پوتہ اپنے استاد گربخشانی کے شریک کار رہے۔ داؤد پوتہ صاحب کے تعاون کا اعتراف ضمنی طور پر رسالہ کی تینوں جلدوں کے دیباچوں میں کیا گیا ہے لیکن بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ تیسری جلد کی اشاعت (۱۹۳۱ء) کے بعد پروفیسر گربخشانی سترہ ۱۷ سال زندہ رہے لیکن رسالے کی چوتھی جلد شائع نہ کر سکے۔ کیونکہ انہیں ڈاکٹر داؤد پوتہ کا تعاون حاصل نہ رہا تھا۔ بہرحال داؤد پوتہ صاحب نے اپنی تحقیقی سرگرمیاں جاری رکھیں اور بقول ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ انہوں نے اعلیٰ سندھی شاعری کے قدیم ذخیروں کو مدون کیا اور تحقیق سے شائع کیا۔

۱۹۳۲ء میں ڈاکٹر صاحب کی کتاب "سرہا گل (مہکتے پھول)" شائع ہوئی جس میں تمہید، تراجم اور تعلقات شامل ہیں، اشعار کے اس گلدستہ میں اخلاقی، اصلاحی، قومی اور نعتیہ کلام شامل ہے اور بعض گمنام شاعروں کے احوال اور کلام پہلی بار دستیاب ہوتا ہے اس کتاب کی تمہید وجدانی انداز میں لکھی گئی ہے۔ جو نہایت دلچسپ اور پرکشش ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو سندھی زبان پر اتنا ہی درک حاصل ہے جتنا عربی اور فارسی تحریر پر عبور حاصل ہے۔

۱۹۳۴ء میں انہوں نے "منہاج العاشقین" (فارسی) کا سندھی ترجمہ کیا اور ضروری تصحیح کے بعد شائع کیا۔ مولوی غلام محمد خانزئی نے یہ کتاب شاہ عبداللطیف کے ایک معتقد میں لکھی تھی جس میں شاہ عبداللطیف بھٹائی یا اس کے تتبع میں کہے گئے۔ دوسرے سندھی ابیات میں بیان کی ہوئی لوک کہانیوں کے کرداروں اور مقامات کے بارے سلوک کی روشنی میں تمثیلی معنی سمجھائے گئے ہیں۔ موضوع خواہ معنی کے اعتبار سے یہ رسالہ سندھ میں سلوک اور تصوف کے فکر و فلسفہ کی

روایت کا نشان ہے اور سندھ کے صوفی شعراء کے کلام میں اسلامی تصوف کے رنگ کو واضح کرتا ہے۔

۱۹۳۷ء میں شاہ عبداللطیف بھٹائی کے پردادا شاہ عبدالکریم کے ملفوظات "بیان العارفین" (فارسی) کا سندھی ترجمہ شائع کیا۔ اس وجہ سے سندھی کلاسیکل شاعری کی روایت تقریباً پانچ سو برس قبل تک جا پہنچی۔ علاوہ ازیں ملفوظات میں سندھ کی اساسی شاعری کے اولین صوفی شاعر قاضی قادن کے بھی چند ابیات منظر عام پر آئے جس سے سندھی کلاسیکی شاعری کی روایات کا دسویں صدی ہجری میں تحریری ثبوت مہیا ہوا۔

"ابیات سندھی" میں نقشبندیہ مکتبہ فکر کے ایک نہایت معتبر اور اعلیٰ داعی خواجہ محمد زمان کا کلام ہے۔ جو شاہ عبداللطیف بھٹائی کے معاصر تھے لیکن سلوک کی راہ میں ان کی منزل بھٹائی بزرگ سے بہت آگے اور ارفع تھی۔ ڈاکٹر داؤد پوتہ نے ان ابیات کو شہید عبدالرحیم گرھوری کے عربی نوشتہ سے بڑی عرق ریزی سے مرتب کیا اور ۱۹۳۹ء میں شرح کے ساتھ ان کو شائع کیا۔ یہ ابیات تصوف کی اعلیٰ روایات کے حامل ہیں اور سندھی اساسی شاعری میں انہیں اہم مقام حاصل ہے۔

۱۹۴۰ء میں ڈاکٹر صاحب نے بمبئی یونیورسٹی کے نصاب کے طور پر "سندھی نثر و نظم کا انتخاب" مرتب کیا جو ان کی ادبی تحقیقی اور صحت مند فکر کی گواہی دیتا ہے۔ نصابی کتابوں کے سلسلے میں ۱۹۴۷ء میں سندھی نظم اور ۱۹۴۸ء میں "منتخب سندھی نثر و نظم" (تین حصوں میں) شائع ہوئی۔

ملازمت سے سبکدوشی کے بعد ڈاکٹر صاحب نے سندھی ادبی سوسائٹی کو ازسرنو مستعد کیا جسے انہوں نے ۱۹۵۰-۱۹۵۱ء میں قائم کیا تھا۔ اسی سوسائٹی کے زیر اہتمام انہوں نے بعض پرانی سندھی کتابیں دوبارہ شائع کیں جن میں "گل خندان" بھی شامل تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ اردو کی مشہور کتاب ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی "آپ بیتی" میں لکھا ہے کہ ۹۷ مولود (سندھی نعت) اور معجزات کے ساتھ ساتھ مجھے کافیاں اور کہانیاں سننے کا بہت شوق تھا۔ ابتدائی اسکول کے دور ہی میں گل خنداں، امیر حمزہ، ممتاز دساز، الف لیلہ ولیلہ، چار درویش، گل بکاؤلی اور خورشید جیسی کتابیں پڑھ چکا تھا۔ یہ رواں صدی کے پہلے عشرہ کی بات ہے اس ایک مثال سے جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سندھ میں اردو کا رواج قدیم ہے وہاں یہ امر بھی واضح ہوتا

ہے کہ ڈاکٹر داؤد پوتہ اردو کے دشمن نہیں تھے ۔ جیساکہ " مولوی عبدالحق، پیر حسام الدین سرسلسلہ" میں جو " قومی زبان" کے خاص نمبر ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی ہے ۔ مولوی صاحب نے تاثر دینے کی بھونڈی کوشش کی ہے ۔ خدا تینوں مرحومین کو اپنی رحمتوں سے نوازے اور جنت نصیب کرے ۔

۱۹۵۷ء میں ڈاکٹر داؤد پوتہ نے سندھی ادبی سوسائٹی کے زیر اہتمام " کلام گرہوری" شائع کیا جو " حقیقت محمدی" کی تشریح میں تصوف کی لاثانی کتاب ہے ۔ اس کے لئے ڈاکٹر صاحب نے مصر سے خاص ٹائپ بھی بنوائی تھی ۔ ڈاکٹر صاحب نے عربی مخطوطہ سے ان اشعار کو نقل کیا ہے اور اصلاح و تدوین میں اپنے ایمانی جوش اور ادبی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے ۔

آپ بیتی

یہ خود نوشتہ سوانح عمری ڈاکٹر صاحب کے بچپن سے لے کر بی۔اے پاس کرنے تک کے حالات پر مشتمل ہے ۔ دراصل ڈاکٹر صاحب نے ماہنامہ " نئی زندگی" میں اپنی سرگزشت قسط وار لکھی تھی جو آپ کی وفات کے بعد کتابی شکل میں سندھی ادبی سوسائٹی کراچی یونیورسٹی نے ۱۹۵۹ء میں شائع کی ۔

سندھی ادب میں آپ بیتی (آتم کہانی) پر بہت کم توجہ دی گئی ہے ۔ داؤد پوتہ صاحب نے اس کتاب میں گویا اپنا اعمال نامہ پیش کیا ہے ۔ انہوں نے اپنی سرگزشت میں آزادی ہند کی ابتدائی تحریک، پہلی عالمگیر لڑائی، خلافت تحریک وغیرہ کا اجمالی تذکرہ کیا ہے جس کی وجہ سے اس میں مزید شگفتگی پیدا ہوگئی ہے مواد اور حسن ترتیب کے علاوہ اسلوب بیان بھی معیاری ہے، سندھی اور فارسی اشعار کے موزوں استعمال نے تحریر میں عجیب قسم کی تازگی اور رنگینی پیدا کی ہے ۔ زبان کی سادگی کے باوجود اس میں غضب کی دلکشی اور روانی ہے اگر یہ سرگزشت مکمل ہوجاتی تو برطانوی دور میں مسلمانوں کی تعلیم کی تاریخ، صوبہ سندھ میں جدوجہد آزادی کے حالات اور لسانی، ادبی اور ثقافتی تحریکوں کی تفصیلات قلمبند ہوجائیں ۔

مضامین اور مقالات

ماہنامہ " سندھو" " نئی زندگی" اور روزنامہ " الوحید" میں آپ کے مضامین، مقالات اور

تنقیدات شائع ہوئے ۔ آپ مشرقی لسانیت خصوصاً عربی اور فارسی کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ انگریزی اور سندھی کے اعلیٰ ادیب اور انشاء پرداز تھے ۔ جرمنی ، فرینچ، سنسکرت، ترکی اور روسی زبانیں بھی لکھ پڑھ سکتے تھے ۔ آپ کے چالیس سندھی مقالات کا مجموعہ، جن میں زیادہ تر مقالات شاہ عبداللطیف بھٹائی کے بارے میں ہیں اور گیارہ سندھی زبان و ادب سے متعلق ہیں، بھٹ شاہ ثقافتی مرکز حیدر آباد کی جانب سے ۱۹۷۸ء میں شائع کئے گئے ہیں ۔

ڈاکٹر صاحب کی چند کتابیں مسودات کی شکل میں ہیں جن میں "شاہ جو رسالو"، ابن سینا کی تصنیف "کتاب النجات" کا سندھی ترجمہ ، ابن خلدون کی تاریخ کے "مقدمہ" کا نامکمل انگریزی اور مکمل سندھی ترجمہ اور "میین عیسٰی کا کلام" اہم ہیں ۔

سندھی زبان و ادب کی ترقی اور فروغ کے لئے آزادی سے قبل حکومت سندھ نے ایک کمیٹی مقرر کی تھی جو آزادی کے بعد سندھی ادبی بورڈ کے نام سے نئے چارٹر، توسیعی پروگرام اور زیادہ سرکاری مالی امداد سے اب تک اشاعت ادب کی سرگرمیوں میں مصروف ہے ۔ ان دونوں اداروں کے قیام اور استحکام میں ڈاکٹر داؤد پوتہ نے اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں انھوں نے سنہ ۱۹۵۶-۵۷ء میں سندھی ادبی بورڈ کے موقر سہ ماہی جریدہ "مہران" کی ادارت کے فرائض بھی سنبھالے تھے ۔

سیاسی بیداری میں ادب کا فعال کردار رہا ہے سندھی ادب بھی ان تحریکوں سے متاثر ہوا ۔ ۱۹۳۹ء میں سنگھٹن تحریک کے زیر اثر برطانوی ہندوستان میں اردو، ہندی تنازعہ نے شدت اختیار کی تو سندھی میں بھی اردو کی تائید میں زوردار تحریک شروع ہوئی اکتوبر ۱۹۳۸ء میں سندھ صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس میں اردو کی حمایت میں قرارداد منظور ہوئی اور یوں تحریک پاکستان کے حوالے سے سندھی اور اردو کے باہمی روابط مزید مضبوط ہو گئے ۔

• اسی تحریک کے زیر اثر سندھ میں عربی رسم الخط اور اعرابوں کے استعمال پر ہندوؤں نے مخالفت کا طوفان مچایا ۔ ڈاکٹر داؤد پوتہ کی کتاب "ابیات سندھی" پر ہندو ادیبوں اور اخباروں نے اعتراضات کئے ۔ ہندو معترضین میں جیٹھ مل پرسرام ، رام پنجوانی، ٹی ۔ ایل ۔ وسوانی، بھیرو مل مہر چند آڈوانی اور لعل چند امر ڈنو مل پیش پیش تھے ۔

ڈاکٹر داؤد پوتہ نے سندھی زبان کے عربی رسم الخط کے تحفظ کی تحریک میں سرگرمی سے

حصہ لیا کیونکہ یہ سندھی مسلمانوں کے قومی تشخص کا بیّن علامت تھی اور اس کے مٹ جانے سے یا اسے سنسکرت حروف کی آمیزش یا رسم الخط کی تبدیلی سے ہمارا قدیم ادب جو زیادہ تر دینی امور کی وضاحت پر مبنی تھا۔ کارآمد نہیں رہ سکتا تھا۔ اور مستقبل کی نسلوں کے لئے اس کی حیثیت محض تبرک یا آثار قدیمہ کی سی رہ جاتی۔ چنانچہ ایک طرف برطانوی ہندوستان کے دوسرے صوبوں نے ہندی، اردو لسانی تنازعہ میں سرگرمی سے حصہ لے کر اردو کی حفاظت کی تو سندھ میں ڈاکٹر داؤد پوتہ کی مساعی سے علامہ اسداللہ ٹکھڑائی، حکیم مولوی فتح محمد سیوہانی، مولانا حاجی دین محمد وفائی، سحبان سندھ حکیم مولوی حاجی عبدالکریم چشتی نے عربی/ فارسی حروف کی املا اور عربی رسم الخط کی مخالفت میں پیش کئے گئے اعتراضات کے مسکت اور مدلل جوابات دیئے اور بالآخر یہ طوفان تھم گیا۔ اس ضمن میں سندھی روزنامہ "الوحید" اور اردو روزنامہ "حیات" کراچی نے موثر کردار ادا کیا۔

مجلس تاریخ سندھ

آزادی کے بعد سندھ سے ہندوؤں کی نقل مکانی کرنے کی وجہ سے سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی (مجلس تاریخ سندھ) کی سرگرمیاں ماند پڑ گئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مجلس کو از سر نو زندہ کیا اور تاریخی لیکچروں کا انتظام کیا لیکن پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے قیام کی وجہ سے ایک ہی شہر میں قومی مجلس تاریخ کے مقابلے میں صوبائی مجلس تاریخ سسکیاں لیتی ہوئی ہمیشہ کے لئے دفن ہوگئی۔ تاہم ڈاکٹر داؤد پوتہ نے تاریخ سندھ کی تحقیق اور اشاعت کے سلسلے میں جو کام سرانجام دیا تھا اس کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔

سندھ کی تاریخ کے ماخذات کے سلسلہ میں کوئی معتبر کتاب شائع نہیں ہوئی اور جو کتابیں مختلف اداروں کی طرف سے شائع ہوئیں وہ کہاوتوں اور روایات پر مشتمل تھیں۔ یا ان میں ذوق تحقیق عنقا تھا۔ عربوں کے حملہ سے قبل کے حالات جزوی طور پر مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر داؤد پوتہ نے اس اہم کام کی طرف توجہ کی۔ عہد اکبری کے ایک امیر، میر محمد معصوم شاہ بکھری کی فارسی تالیف "تاریخ سندھ" جو مدت سے دستیاب نہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے

اس کا ایک نیا ایڈیشن ۱۹۳۸ء میں شائع کرایا اور اپنی طرف سے تمہید، حواشی، تعلیقات، استدرکات اور فہارس کا اضافہ کیا جو نہایت محنت طلب اور تاریخی بصیرت کا کام تھا، انھوں نے تاریخ سندھ سے متعلق ایک دوسری فارسی کتاب "فتح نامہ سندھ" عرف "چچ نامہ" کو بھی اسی طرح نظر ثانی کے بعد ۱۹۳۹ء میں شائع کیا۔ اس کتاب کے متن کی صحت کے سلسلے میں انہوں نے پٹنہ اور کلکتہ کا سفر کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے یہ کتابیں دیکھکر، ڈاکٹر داؤد پوتہ کی علمی لیاقت اور تاریخی تحقیق میں مہارت کی داد دی تھی۔

لاہور میں قیام کے دوران ڈاکٹر صاحب ادبی محفلوں میں شریک ہوتے رہے اور عربی، فارسی میں اپنی عالمانہ تقاریر سے دانشوروں میں خاص مقام پیدا کیا آپ کے دوستوں کے حلقہ میں مولوی محمد شفیع، مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبدالمجید سالک، شمس العلماء احسان اللہ خاں تاجور نجیب آبادی جیسے نامور علماء تھے۔ علامہ تاجور سے تو داؤد پوتہ صاحب کی طویل صحبتیں رہیں کیونکہ دونوں عربی تعلیم کے فروغ کے پرجوش مبلغ تھے۔

اسلامی زندگی کا خاکہ قرآن مجید میں سمایا ہوا ہے جو عربی زبان میں ہے انھوں نے سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں عربی زبان کی ترویج کا خاص بندوبست کیا۔ ناظم تعلیمات سندھ کی حیثیت سے اعلیٰ ثانوی جماعتوں میں عربی کو لازمی مضمون کے طور پر رائج کیا۔ عربی یونیورسٹی کے قیام کی پرجوش کوشش کی جو بارآور تو نہ ہوسکی البتہ اب بھی جامعہ عربیہ ہائی اسکول حیدرآباد کی صورت میں اس جدوجہد کے آثار باقی ہیں۔

۱۹۵۵ء میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی بیگم کے ہمراہ فریضہ حج ادا کیا۔ علاوہ ازیں انھوں نے دمشق، بیروت، یروشلم اور قاہرہ کا سفر کیا۔ اور واپسی پر بغداد اور کربلا، نجف اور بحرین میں بھی قیام کیا۔

ڈاکٹر داؤد پوتہ نے اپنی عمر عزیز کے ۶۲ سال علمی و ادبی کاوشوں میں بسر کئے۔ آپ سندھی ادب کے اکابرین میں تھے اور آپ کی علمی فضیلت اور ادبی عظمت بیرون ملک میں بھی تسلیم کی گئی علاوہ ازیں آپ نے اسلامی علوم وفنون کے سلسلہ میں بھی پائیدار نقوش اور یادگاریں چھوڑیں ہے

آپ نے دس جمادی الاول ۱۳۷۸ھ مطابق بائیس ۲۲ نومبر ۱۹۵۸ء کو وفات پائی اور بھٹ شاہ میں شاہ عبداللطیف بھٹائی کے قدموں میں آپ کی آرام گاہ بنی۔

ضمیمہ الف۔ علامہ داؤد پوتہ کی تصانیف

شائع شدہ کتب

① طیبات سعدی، متن، تعلیقات اور انگریزی ترجمہ	۱۹۱۲ء
② شاہ جو رسالو، پروفیسر گزنکشانی کی شراکت ہے (۳ جلدوں میں)	۲۱-۱۹۲۳ء
③ مرشد المبتدی، حصہ اول اور دوم	۳۱-۱۹۲۹ء
④ سرِ گل، تمہید، تراجم اور تعلیقات (سندھی)	۱۹۳۲ء
⑤ مجموعہ النثر والنظم (عربی)	۱۹۳۲ء
⑥ روائح بوستان منتخبات، تمہید، تعلیقات بمعہ ترجمہ	۱۹۳۴ء
⑦ عیار دانش ابو الفضل	۱۹۳۴ء
⑧ سیاست نامہ نظام الملک	تاریخ اشاعت نامعلوم
⑨ نغمات حافظ، منتخبات بمعہ تمہید	تاریخ اشاعت نامعلوم
⑩ منہاج العاشقین	۱۹۳۴ء
⑪ عربی شاعری کا فارسی شاعری پر اثر (انگریزی)	۱۹۳۴ء
⑫ انتخابات نثر اور فارسی نظم (بمبئی یونیورسٹی کے لئے)	۱۹۳۶ء
⑬ بیان العارفین	۱۹۳۷ء
⑭ سروے آف ماس ایجوکیشن (انگریزی)	۱۹۳۷ء
⑮ قطعات ابن یمین، منتخبات، تمہید، حواشی، تعلیقات بمعہ ترجمہ	۱۹۳۸ء
⑯ سفر نامہ ناصر خسرو، تمہید، تعلیقات اور ترجمہ	۱۹۳۸ء
⑰ روشنائی نامہ اور ناصر خسرو	۱۹۳۸ء
⑱ تاریخ معصومی (فارسی) تمہید، حواشی، تعلیقات استدراکات اور فہارس	۱۹۳۸ء
⑲ تاریخ چچ نامہ (فارسی)	۱۹۳۹ء
⑳ ابیات سندھی (شرح کے ساتھ)	۱۹۳۹ء

(۲۱) سندھی نثر و نظم کا انتخاب (بمبئی یونیورسٹی کے لئے) سنہ ۱۹۴۰ء

(۲۲) سندھی نظم سنہ ۱۹۴۷ء

(۲۳) منتخب سندھی نثر و نظم سنہ ۱۹۴۸ء

(۲۴) مدارج قرآئت العربیہ (تین جلدوں میں) سنہ ۱۹۵۰ء

(۲۵) حمزہ الاصفہانی کی تاریخ سے ایک باب کا ترجمہ (انگریزی) تاریخ اشاعت نامعلوم

(۲۶) آغاز فارسی (چار جلدوں میں) سنہ ۱۹۵۱ء

(۲۷) دروس العربیۃ (چار جلدوں میں) سنہ ۱۹۵۳ء

(۲۸) کلام گرہوری، تمہید و تعلیقات وغیرہ سنہ ۱۹۵۶ء

زیر طبع

(۱) ابن خلدون کے مقدمہ کا انگریزی ترجمہ

(۲) عربی ادب و تمدن اندلس میں (انگریزی)

زیر ترتیب

(۱) شاہ جو رسالو مع فہارس دکنور (سندھی ادبی بورڈ کے زیر اہتمام)

(۲) ینابیع الحیواۃ الابدیہ (سندھی ادبی بورڈ کے زیر اہتمام)

(۳) کتاب النجات (ابن سینا) کا سندھی ترجمہ (سندھی ادبی بورڈ کے زیر اہتمام)

(۴) مقدمہ ابن خلدون کا سندھی ترجمہ (سندھی ادبی بورڈ کے زیر اہتمام)

(۵) میین عیسٰی کا کلام (سندھی ادبی سوسائٹی کراچی کے زیر اہتمام)

(۶) غلام محمد خانزئی کا رسالہ (سندھی ادبی سوسائٹی۔ کراچی کے زیر اہتمام)

(۷) مرشد المبتدی (تیسرا حصہ) از خود